علم مناسبات میں تفسیر بیان القرآن اور تفسیر الشعراوی کے منہج کا تقابلی جائزہ

A COMPARISON BETWEEN TAFSEER BAYAN UL QURAN AND TAFSEER USH SHA'RAWI REGARDING ILME MUNASBAT

رضوان حیدر *

ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری**

Abstract:

The magnificent Quran was revealed by Allah Almighty to our beloved Prophet ﷺ in approximately 22 years and finally it was gathered into the present order available to us. This present Quranic order is different from the order in which it was revealed though it was not compiled in this order through any human's effort but only as directed by Allah. Despite this difference between revealed order and Mushaf's order, there exists *Munasbat* (affinity) among the verses and *Surahs* of Holy Quran. This affinity highlights the miraculous status of Quran, as it was also a hurdle for the great eloquent Arabs, who were not able to accept the Quranic challenge of creating likes of it, even after receiving the challenge numerous times. In this article firstly, reader's attention is drawn towards the *Munasbat* in Quran, its definition, existence, importance, types, and its rulings. Secondly, the writer has tried to present and compare the methodology adopted by two great exegetes of modern era meaning by: Dr Israr Ahmad and Sheikh Muhammad Mutawalli Ash sha'rawi, in their Tafseer while presenting the *Munasbat* in Quran.

Keywords: Order, Munasbat, eloquent, methodology, exegetes.

تعارف:

قرآن کریم کا اسلوب بیان ہر دور کے دیگر اسالیب سے بالکل مختلف ہے۔ فصول و ابواب کی ترتیب کے برعکس یہاں کبھی ایک مضمون کو ایک ہی بار مکمل بیان کر دیا جاتا ہے اور کبھی اس کے ایک رخ کو بیان کر کے چھوڑ دیا جاتا ہے اور بعد میں اس کی تکمیل ہوتی ہے یعنی ایک ایسا اسلوب جو بوریت اور بوجھل پن سے خالی ہے لیکن مضمون کا تسلسل

*پی ایچ ڈی اسکالر، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد۔ پاکستان haider_rhb@hotmail.com

**ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد sagbukhari@numl.edu.pk

بھی قائم رکھتا ہے، ہر آیت اپنی ذات میں مستقل بھی ہوتی ہے اور سابقہ ولاحقہ آیات سے متصل بھی ہوتی ہے۔ یہی معاملہ قرآن حکیم کی سورتوں کا بھی ہے۔ یہ ربط، آیات اور سورتوں کو اجنبی بھی نہیں بننے دیتا اور نہ ہی ان کی انفرادی حیثیت کو زائل کرتا ہے بالکل ایک ہار کی طرح جس میں مختلف موتی جڑے ہوتے ہیں۔ قرآن حکیم کی آیات اور سورتوں کا یہ تسلسل اور ربط قرآن کے اعجاز کا ایک پہلو ہے اور علم مناسبات وہ علم ہے جس سے اس ربط کی معرفت حاصل کی جاتی ہے۔ اگرچہ قدیم وجدید مفسرین کی قلیل تعداد نے اس جانب توجہ کی ہے۔

اس بحث کا پہلا ہدف قرآن کریم کی آیات اور سورتوں کے مابین مناسبات کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے۔ یہ قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ اس کی سورتوں اور آیات کے مابین ایک خوبصورت نظم وربط پایا جاتا ہے جس کی نظیر کسی اور کلام میں نہیں ملتی۔ مناسبات قرآنی بھی ایک سبب تھا جس کی وجہ سے عرب کے بڑے فصحاء اور شاعر قرآن کریم کی معارضت نہ کر سکے اگرچہ انہیں اس بات کا بارہا چیلنج دیا گیا۔ مناسبات قرآنی کا اعجاز اس وقت مزید منکشف ہوتا ہے جب ہمیں یہ معلوم ہو کہ قرآن کریم یک بارگی نہ نازل ہوا بلکہ اس کا نزول رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے حالات و واقعات کے مطابق بائیس سال سے زائد عرصہ پر محیط ہے۔ پھر یہاں تک بس نہیں، ہر دور کا قاری، قرآن حکیم میں اپنے دور کی مناسبت سے رہنمائی پاتا ہے اور اسے کبھی یہ محسوس نہیں ہوتا کہ اس کتاب کا مخاطب اس کے سوا کوئی اور ہے۔

اس بحث کا دوسرا ہدف یہ ہے کہ عصر حاضر کے دو عظیم مفسرین یعنی شیخ محمد متولی الشعراوی اور ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنی تفاسیر میں مناسبات قرآنی کے حوالے سے جو اسلوب اپنایا ہے اسے بیان کیا جائے اور بہترین نتائج اور رہنمائی کے لئے دونوں اسالیب کا تقابلی جائزہ بھی کیا جائے تاکہ مناسبات کی اہمیت کے ساتھ ساتھ اس کو سمجھنے کے مختلف طریقے بھی ہمارے سامنے عیاں ہو سکیں۔

مناسبات کی لغوی واصطلاحی تعریف:

لغوی تعریف:

ابن فارس کہتے ہیں:

" النون ، والسين ، والباء ، كلمة واحدة ، قياسها اتصال شيئ بشيئ ، منه النسب ، سمي لاتصاله ، وللاتصال به . والنسيب: الطريق المستقيم ، لاتصال بعضه من بعض"[1]

ترجمہ: ن، س اور ب، ایک کلمہ ہیں جس سے مراد کسی چیز کا دوسری سے متصل ہونا ہے اور اسی سے لفظ "نسب" ہے جو اپنے متصل ہونے کے سبب یہ نام دیا گیا ہے اور "نسیب سے مراد سیدھا راستہ بھی ہوتا ہے کیونکہ اس کا بعض بعض سے ملا ہوا ہوتا ہے۔

لسان العرب میں ہے:

"وتقول: ليس بينهما مناسبة، أي: مشاكلة"[2]

ترجمہ: جیسے آپ کہتے ہیں کہ ان دو کے مابین مناسبت نہیں ہے یعنی مماثلت نہیں ہے

ان دونوں تعریفات کی روشنی میں مناسبت کے لغوی معنی اتصال، مقاربت اور مماثلت کے ہیں لہذا جب آپ کہتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں کا نسیب ہے تو مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ اس شخص سے کسی قسم کی قرابت کے سبب متصل ہے۔

اصطلاحی تعریف:

مناسبت کی ایک عام تعریف ہے اور ایک علوم قرآن سے متعلق ہے۔ علوم قرآن کے اعتبار سے علم مناسبات کی تعریف کرتے ہوئے امام بقاعی فرماتے ہیں:

" فالمناسبة علم تعرف منه علل الترتيب بين أجزاء القرآن"[3]

ترجمہ: مناسبت وہ علم ہے جس سے قرآن کریم کے اجزاء کے مابین ترتیب کی علت معلوم کی جاتی ہے۔

القاضي الشيخ مناع خليل القطان فرماتے ہیں:

" والمراد بالمناسبة هنا: وجه الارتباط بين الجملة والجملة فى الآية الواحدة أو بين الآية والآية فى الآيات المتعددة، أو بين السورة والسورة."[4]

ترجمہ: مناسبت سے یہاں مراد قرآن کریم کی ایک ہی آیت کے دو جملوں یا دو مختلف آیتوں یا مختلف سورتوں کے درمیان ربط کا بیان کرنا ہے۔

گویا علم مناسبات وہ علم ہے جس سے ہم یہ معلوم کرتے ہیں کہ قرآن حکیم کی ایک آیت کا ماقبل اور مابعد آیات کے ساتھ کیا ربط ہے اور اسی طرح ایک سورت کا ماقبل اور مابعد سورتوں کے ساتھ کیا ربط ہے۔ جس طرح قرابت داروں کو ان کا نسب آپس میں ملاتا ہے ایسے ہی آیات اور سورتوں کی مناسبت انہیں آپس میں ملاتی ہے۔

امام فخر الدین الرازی اور امام بقاعی جیسے امت کے بڑے علماء نے علم مناسبات کا اہتمام کیا ہے۔ اسباب نزول کی طرح علم مناسبات بھی آیت کے فہم و تفسیر میں معاونت کرتا ہے جس سے ہم آیات اور سورتوں میں ربط تلاش کر کے

معانی وافکار میں ربط پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ امام زرکشی فرماتے ہیں:

"المناسبة أمر معقول ،إذا عرض على العقول تلقته بالقبول۔۔۔۔۔واعلم أن المناسبة علم شريف تحزر به العقول، ويعرف به قدر القائل فيما يقول ۔۔۔ وفائدته : جعل أجزاء الكلام بعضها آخذ بأعناق بعض ، فيقوى بذلك الارتباط ، ويصير التأليف حاله حال البناء المحكم ، المتلائم الأجزاء"[5]

ترجمہ: مناسبت ایک معقول چیز ہے جسے انسانی عقل قبول کر لیتی ہے۔۔۔۔جان لو کہ مناسبت ایک اعلی علم ہے جس سے عقلوں کو جانچا جاتا ہے اور کہنے والے کے کلام کے ذریعے سے اس کی قدر و منزلت کا ادراک ہوتا ہے۔۔۔اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے کلام کے مختلف اجزاء کو آپس میں ملا کر مربوط بنا دیا جاتا ہے جس سے تالیف ایک ایسی عمارت کی شکل اختیار کر لیتی ہے جس کے تمام اجزاء آپس میں موافقت رکھتے ہوں۔

امام سیوطی فرماتے ہیں:

"علم المناسبة علم شريف قل اعتناء المفسرين به لدقته[6]. "

ترجمہ: مناسبت ایک اعلی علم ہے اگرچہ اس کی دقت کے سبب مفسرین نے اہتمام کم ہی کیا ہے۔

بیان القرآن (ڈاکٹر اسرار احمد) اور تفسیر الشعراوی میں علم مناسبات:

ڈاکٹر اسرار احمد[7] نے اپنی تفسیر "بیان القرآن" اور شیخ محمد متولی الشعراوی[8] نے اپنی تفسیر "تفسیر الشعراوی" میں علم مناسبات کا بھرپور اہتمام کیا ہے۔ امام شعراوی علم المناسبات کے متعلق فرماتے ہیں:

"جب ہم قرآن کریم پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ ایک آیت کی تقدیم ہوئی اور دوسری آیت پیچھے رکھی گئی۔ اور ان دونوں کے بیچ ایک اور آیت ہے جو معنی کے اعتبار سے سابقہ آیت اور بعد والی آیت سے بھی مربوط ہے اور یہ اس لئے کہ انسانی سرشت کے تمام حواس اپنی پیاس بجھائیں اور کسی نفس کو کمی نہ رہ جائے۔"[9]

اسی طرح ڈاکٹر اسرار احمد فرماتے ہیں:

"سورتوں کا جوڑا ہونا، سورتوں کا گروپ کی شکل میں ہونا، ان گروپس کا اپنا ایک عمود اور ایک مرکزی مضمون ہونا، پھر اس کے دورُخ بن جانا جو اُس کی مکیات اور مدنیات میں آتے ہیں، قرآن مجید کے علم و حکمت کے خزانے کے وہ دروازے ہیں جو اَب کھلے ہیں۔ اس طرح کے دروازے ہر دور میں کھلتے رہے ہیں اور آئندہ بھی کھلتے رہیں گے۔"[10]

ان دونوں فرمودات میں جہاں ایک جانب دونوں مفسرین کی نظر میں مناسبات کی اہمیت واضح ہوتی ہے وہاں دونوں

کے اس حوالے سے رجحانات بھی واضح ہوتے ہیں کہ ایک مفسر آیات کی باہمی مناسبت اور دوسرا قرآن کریم کی عمومی مناسبت کی جانب مائل ہے۔ البتہ "بیان القرآن" اور "تفسیر الشعراوی" کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دونوں مفسرین نے اپنی تفاسیر میں آیات اور سورتوں کی داخلی و خارجی مناسبت اور قرآن کریم کی مناسبات عامہ جیسی علم مناسبات کی تقریباً تمام صورتوں کو بیان کیا ہے اگرچہ ترجیحات مختلف ضرور ہیں۔

علم مناسبات میں بیان القرآن (ڈاکٹر اسرار احمد) اور تفسیر الشعراوی کے منہج کا تقابلی جائزہ:

قرآن حکیم کی آیات اور سورتوں کے مابین مناسبت کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔ سورتوں کی داخلی مناسبت کی صورتوں میں سورت کے آغاز اور اختتام، کسی آیت کی اگلی یا پچھلی آیت سے مناسبت یا ایک ہی آیت کے مختلف اجزاء کے مابین مناسبت شامل ہے۔ اسی کی ایک صورت سورت کے نام اور اس کے مضمون میں مناسبت ہے جیسے عربی میں کہف سے مراد غار ہے اور سورۃ الکہف میں دین، صحبت، مال، علم، طاقت و بادشاہی کے فتنوں اور ان کے مخرج کا بیان ہے گویا یہ سورت ایک غار کی مانند ہے کہ جس نے اس میں پناہ لے لی وہ فتنوں سے بچ گیا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "﴿مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ الدَّجَّالِ﴾"[11] (ترجمہ: جو یاد کرے سورۂ کہف کی اول کی دس آیات وہ دجال کے فتنہ سے بچے گا) اسی طرح سورت کی خارجی مناسبت کی صورتوں میں ایک سورت کے آغاز اور سابقہ سورت کے اختتام، ایک سورت کے آغاز اور سابقہ سورت کے آغاز یا دو متصل سورتوں کے مضامین میں مناسبت شامل ہے۔ جس طرح سورۃ الفلق میں انسان کو خارجی شر سے اللہ کی پناہ مانگنے کا طریقہ بتلایا گیا ہے جبکہ سورۃ الناس میں داخلی شر سے اللہ کی پناہ مانگنے کا طریقہ بتلایا گیا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کی بعض متفرق سورتوں میں بھی مناسبت پائی جاتی ہے جیسے سورہ بقرہ اور سورہ لقمان کے آغاز میں گہری مشابہت موجود ہے۔

بیان القرآن اور تفسیر الشعراوی میں آیات اور سورتوں کے درمیان مناسبت کی مختلف صورتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ ذیل میں ہم ایسی چند صورتوں کے حوالے سے دونوں مفسرین کے منہج کو مثالوں کی روشنی میں تقابلی انداز میں پیش کریں گے۔

الف۔ قرآن کریم کی عمومی مناسبت کے حوالے سے دونوں مفسرین کا منہج

مناسبات کی معروف صورتوں سے ہٹ کر ڈاکٹر صاحب نے بیان القرآن میں قرآن کریم کی سورتوں کی گروپنگ کا تصور پیش کیا ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ بھی قرآن کریم کی عمومی مناسبت ہی کی ایک صورت ہے جس میں

قرآن کریم کی سورتوں کے مابین مرکزی مضمون کی نسبت سے ربط بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس مناسبت کا اہتمام بیان القرآن میں بہت نمایاں ہے البتہ اس حوالے سے شعراوی صاحب بالکل خاموش ہیں۔ قرآن حکیم کی سورتوں کی یہ گروپنگ مولانا حمید الدین فراہی کے تصورِ "نظم قرآن" کی ایک شاخ ہے جسے مولانا امین احسن اصلاحی نے شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا اور پھر ڈاکٹر صاحب نے اسے بیان القرآن کی زینت بنایا ہے۔ اس تصور کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک سورت یا زائد سورتوں کے کسی مرکزی مضمون کا تعین کیا جائے جس سے وہ ایک سورت یا متعدد سورتیں کسی مرکزی مضمون کی مناسبت کی بنا پر ایک وحدت بن جائیں اور کلام کا مفہوم مربوط اور ایک ہی مرکزی مضمون کا حامل نظر آئے۔[12]

سورتوں کے گروپس :

ڈاکٹر اسرار احمد کے نزدیک تلاوت کے لئے سات منزلوں کے علاوہ قرآن حکیم میں سورتوں کی ایک معنوی گروپنگ بھی ہے اور اس اعتبار سے بھی سورتوں کے سات گروپس ہیں۔ ہر گروپ مکی سورت سے شروع ہوتا ہے اور اگلی مکی سورت سے قبل ختم ہو جاتا ہے جیسے سورہ فاتحہ مکی سورت ہے جہاں سے پہلا گروپ شروع ہوتا ہے اور سورہ مائدہ کے اختتام پر یہ گروپ ختم ہوتا ہے کیونکہ آگے سورہ انعام ہے جو مکی ہے لہذا وہاں سے نیا گروپ شروع ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر گروپ میں ایک یا ایک سے زیادہ مکی سورتیں اور اس کے بعد ایک یا ایک سے زیادہ مدنی سورتیں ہیں۔ ہر گروپ کا مرکزی مضمون اور عمود ہے۔ جس کا ایک رخ مکی سورتوں میں اور دوسرا رخ مدنی سورتوں میں آجاتا ہے۔[13] محترم ڈاکٹر صاحب کے نزدیک قرآن حکیم میں سورتوں کی معنوی گروپنگ کچھ اس طرح سے ہے:

پہلا گروپ: (سورۃ الفاتحہ تا سورہ المائدۃ)

اس گروپ میں ایک مکی سورت یعنی سورۃ الفاتحہ ہے جبکہ چار مدنی سورتیں ہیں یعنی سورۃ البقرۃ، سورۃ آل عمران، سورۃ النساء اور سورۃ المائدۃ۔ سورۃ الفاتحہ منفرد سورت ہے جو حجم کے اعتبار سے سب سے چھوٹی لیکن اپنے مقام و مرتبے اور فضیلت کے لحاظ سے بہت بڑی ہے۔ سورہ الفاتحہ کا کوئی جوڑا نہیں ہے البتہ اس کے بعد جو چار سورتیں ہیں یہ جوڑوں کی شکل میں ہیں۔ سورۃ البقرۃ اور سورۃ آل عمران ایک جوڑا ہے۔ جبکہ سورۃ النساء اور سورۃ المائدۃ دوسرا جوڑا ہے۔[14]

اس گروپ کی سورتوں کے مابین مضامین کا ربط اس طرح ہے کہ سورۃ الفاتحہ اپنے اسلوب کے لحاظ سے دعایہ اسلوب کی حامل ہے۔ جس میں انسان عاجزانہ طور پر اللہ سبحان و تعالی کے حضور سیدھے راستے کی دعا کرتا ہے۔ اس دعا کا

جواب پورے قرآن مجید کی شکل میں عطا فرمایا گیا ہے۔[15] مدنی سورتوں میں دو مضامین متوازی چلتے ہیں یعنی اہل کتاب سے خطاب اور احکام شریعت۔ سورہ البقرۃ میں یہود اور سورۃ آل عمران میں نصاریٰ سے خطاب ہے جبکہ احکام شریعت کے ضمن میں شریعت کا بلیو پرنٹ سورۃ البقرۃ میں ہے۔ سورہ آل عمران اور سورہ النساء میں اس کے اندر مزید اضافہ ہوتا ہے یہاں تک کہ سورۃ المائدۃ میں شریعت کے تکمیلی احکام آتے ہیں۔[16]

دوسرا گروپ: (سورۃ الانعام تا سورۃ التوبہ)

اس گروپ میں دو سورتیں سورہ انعام اور سورہ اعراف مکی جبکہ سورہ انفال اور سورہ توبہ مدنی ہیں۔ اس گروپ کا مرکزی مضمون ایمان بالرسالت ہے۔ مکی سورتوں میں مشرکین عرب پر رسول اللہ ﷺ کی مسلسل دعوت کے ذریعے اتمام حجت کا بیان ہے اور مدنی سورتوں میں اس اتمام حجت کے نتیجہ میں ان لوگوں پر عذاب کا تذکرہ ہے۔[17]

تیسرا گروپ: (سورۃ یونس تا سورۃ النور)

تیسرے گروپ میں سورۃ یونس سے سورۃ المومنون تک چودہ مکی سورتیں ہیں۔ اس کے بعد سورہ النور کی شکل میں ایک سورت مدنی ہے۔ اس گروپ کا مرکزی مضمون بھی ایمان بالرسالت ہے۔ اس گروپ کی مکی سورتوں میں سے اکثر و بیشتر پہلی دو سورتیں جوڑے کی شکل میں جبکہ تیسری سورت مضمون کے اعتبار سے منفرد ہوتی ہے۔ جیسے سورہ یونس اور سورہ ہود کے بعد سورہ یوسف اپنے مزاج کے اعتبار سے منفرد ہے جس میں قصص النبیین کے باب سے حضرت یوسف علیہ السلام کا مکمل واقعہ بیان ہوا ہے۔ جبکہ مدنی سورۃ النور میں معاشرتی احکامات خصوصاً ستر و حجاب اور حدود کا بیان ہے۔[18]

چوتھا گروپ: (سورۃ الفرقان تا سورۃ الاحزاب)

چوتھے گروپ میں سورۃ الفرقان سے سورۃ السجدۃ تک مکیات ہیں۔ پھر احکامات پر مبنی ایک مدنی سورت سورۃ الاحزاب ہے جو معنوی اعتبار سے سورۃ النور کا جوڑا ہے۔ چوتھے گروپ کا مرکزی مضمون توحید ہے۔[19]

پانچواں گروپ: (سورۃ سبأ تا سورۃ الحجرات)

پانچویں گروپ میں سورۃ سبأ تا سورۃ الاحقاف مکیات ہیں، پھر تین سورتیں یعنی سورۃ محمد، سورۃ فتح اور سورۃ الحجرات مدنی ہیں۔ اس گروپ کا مرکزی مضمون ایمان باللہ یعنی توحید ہے۔ ان سورتوں میں توحید عملی کے تقاضوں کو ایک فرد سے تدریجاً اجتماعیت کی طرف بڑھایا گیا ہے۔ سورۃ الزمر میں توحید عملی کے ظاہری پہلو یعنی عبادت اور سورۃ المؤمن میں دعا کے بارے میں تاکید آئی ہے۔[20] پھر سورۃ حم السجدۃ میں دعوت توحید کا ذکر ہے۔ سورۃ الشوریٰ میں معاشرے کے اندر اجتماعی طور پر نظام توحید کے قیام یعنی اقامت دین کا حوالہ آتا ہے جبکہ اس گروپ کی مدنیات میں

سورہ محمد میں نبی اکرم ﷺ کے مرحلہ اقدام کے آغاز کا ذکر ہے اور سورہ فتح میں اس کی تکمیل کا، جبکہ سورہ حجرات میں قائم ہونے والی اسلامی ریاست کا ڈھانچہ واصول دیئے گئے ہیں۔[21]

چھٹا گروپ: (سورہ ق تا سورۃ التحریم)

چھٹے گروپ میں سورۃ ق تا سورۃ الواقعہ سات مکی سورتیں ہیں۔ جن کے بعد سورۃ الحدید تا سورۃ التحریم دس مدنی سورتیں ہیں۔ آخری دو گروپس کا مرکزی مضمون آخرت پر ایمان ہے۔ڈاکٹر صاحب کے بقول اس گروپ کی مدنی سورتیں موجودہ امت مسلمہ سے خطاب کے ضمن میں اہم ترین مقام ہیں۔ گویا موجودہ امت مسلمہ کے لئے ان دس سورتوں میں پورے قرآن کا عطر کشید کر کے رکھ دیا گیا ہے۔[22]

ساتواں گروپ: (سورہ الملک تا سورۃ الناس)

ساتویں اور آخری گروپ میں پہلی 46 سورتیں مکی اور آخری دو سورتیں مدنی ہیں اور اس گروپ میں اکثر و بیشتر سورتیں وہ ہیں جو مکی دور کے پہلے چار سالوں میں نازل ہوئیں۔ اور ان کا مرکزی مضمون "انذار آخرت" ہے۔[23]

قرآن حکیم کی سورتوں کی یہ گروپنگ بیان القرآن کی امتیازی خصوصیت ہے۔ اگرچہ اس گروپنگ میں کچھ تکلف بھی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ سورۃ النصر جمہور مفسرین کے نزدیک مدنی سورت ہے لیکن ڈاکٹر صاحب اسے مکی شمار کرتے ہیں۔ اسی طرح آپ نے ہر گروپ کا جو مرکزی مضمون متعین کیا ہے وہ بھی غور طلب ہے۔ بہر حال آپ کی اس کاوش سے تفسیر کا ایک نیا باب ضرور کھلا ہے جس میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔

ب۔ سورتوں کی داخلی مناسبت کے حوالے سے دونوں تفسیروں کا تقابل

ڈاکٹر اسرار احمد اور امام شعراوی دونوں نے اپنی تفاسیر میں سورتوں کی داخلی مناسبت کو خصوصی اہمیت دی ہے البتہ اس حوالے سے دونوں کا منہج ایک دوسرے سے مختلف ہے۔

سورتوں کی داخلی مناسبت کے حوالے سے بیان القرآن کا منہج

بیان القرآن میں سورتوں کی داخلی مناسبت کے حوالے سے درج ذیل صورتیں ملتی ہیں:

1۔ مکمل سورت کی داخلی مناسبت

ڈاکٹر اسرار احمد کے نزدیک قرآن حکیم کی ہر سورت کا ایک مرکزی مضمون یا عمود ہے جس کے ساتھ اس کی تمام آیات مربوط ہیں اور سورت ایک وحدت میں ڈھل گئی ہے۔، جیسے ایک ہار کی ڈوری ہے اور اس میں موتی پروئے ہوئے ہیں۔ اسی سبب بیان القرآن میں عام طور پر سورت کے آغاز میں مرکزی مضمون کا تعین کیا جاتا ہے اور اسی کی

نسبت سے دیگر مضامین کا حوالہ بھی دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اس سورت کا اپنے متعلقہ گروپ میں مقام بھی واضح کیا گیا ہے۔ البتہ تمام سورتوں کے حوالے سے یکساں منہج نہیں اپنایا گیا، بعض جگہ تفصیل اور بعض جگہ بہت اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ اس ضمن میں ہم بیان القرآن سے ایک مثال ذکر کرتے ہیں:

سورۃ البقرۃ کی داخلی مناسبت:

ڈاکٹر صاحب کے نزدیک سورۃ البقرۃ قرآن حکیم کی سورتوں کے جس گروپ میں موجود ہے اس کا مرکزی مضمون "احکام شریعت" ہے۔ سورہ بقرہ کی آیات میں باہمی مناسبت اس اعتبار سے ہے کہ یہ سورت "سورۃ الامتین" یعنی دو امتوں والی سورت ہے اور اس کے نصف اول یعنی 18 رکوعات میں سابقہ امت مسلمہ یعنی بنی اسرائیل سے خطاب ہے، جن میں سے پہلے چار رکوع تمہیدی ہیں جبکہ اگلے دس رکوع میں براہ راست بنی اسرائیل سے خطاب ہے جس میں ایک چارج شیٹ تیار کی گئی ہے کہ اللہ نے تم پر فلاں فلاں احسان کیا اور تم اس کے باوجود یہ یہ جرم کرتے رہے ۔ پھر اگلے چار رکوع تحویلی ہیں جن میں بنی اسرائیل کو ان کے جرائم کی پاداش میں منصب سے معزول کیا جارہا ہے اور امت مسلمہ کی تاج پوشی (تحویل قبلہ کی صورت میں) کی جارہی ہے۔ اس کے بعد اس سورت کا نصف ثانی شروع ہوتا ہے جو بائیس رکوع پر مشتمل ہے اور اس میں براہ راست خطاب نئی امت یعنی امت مسلمہ سے ہے اور اس حصے میں چار مضامین یعنی عبادات، احکام شریعت یعنی حلال و حرام اور عائلی قوانین، انفاق فی سبیل اللہ اور قتال فی سبیل اللہ کی لڑیاں چل رہی ہیں۔ یہ چاروں لڑیاں تانے بانے کی طرح بنی ہوئی ہیں۔ لیکن اسی بُنتی میں بہت بڑے بڑے پھول موجود ہیں۔ یہ پھول قرآن مجید کی عظیم ترین اور طویل آیات ہیں، جن کی نمایاں ترین مثال آیت الکرسی کی ہے۔[24]

2۔ رکوع کی داخلی مناسبت

تفسیر الشعراوی کے برخلاف بیان القرآن میں عام طور پر مکمل رکوع کی تفسیر بیان کی گئی ہے اسی طرح متعدد مقامات پر ڈاکٹر صاحب نے رکوعات کے مضامین اور ان کے باہمی ربط کو بیان کرنے کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر سورہ حج کے آخری رکوع کے باہمی ربط کو ڈاکٹر صاحب نے بہت خوبصورتی سے بیان فرمایا ہے کہ اس میں قرآنی دعوت کو دو حصوں یعنی دعوتِ عمومی اور دعوتِ خصوصی میں تقسیم کر کے بیان فرمایا گیا ہے۔ قرآن کی دعوتِ عمومی میں "یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ" کے صیغہ خطاب سے تمام انسانوں کو دراصل ایمان کی دعوت دی گئی ہے اور اس میں دعوت عمل کا ذکر نہیں ہے۔ کیونکہ جو انسان اللہ، رسول اور قرآن کو نہیں مانتا اس کے لیے نماز اور روزہ کی کیا اہمیت

ہو سکتی ہے! اس کے بعد خصوصی دعوت کا درجہ ہے اور اس کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو پہلی دعوت یعنی دعوتِ ایمان پر لبیک کہتے ہیں۔ لہذا آخری دو آیات میں "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا" کے صیغہ خطاب کے ساتھ اہل ایمان کو دعوتِ عمل دی گئی ہے۔[25]

بلاشبہ ڈاکٹر صاحب نے سورہ بقرہ کی داخلی مناسبت اور سورہ حج کے آخری رکوع کا باہمی ربط نہایت منطقی انداز میں بیان فرمایا ہے جس سے ایک قاری کو فہم اور حفظ مضامین میں بہت سہولت رہتی ہے البتہ یہ تفسیر بالرائے کی قبیل سے ایک اجتہادی کوشش ہے لہذا یہاں تفسیر بالرائے محمود کی تمام تر شرائط کو ملحوظ خاطر رکھنا ہو گا اور اسے ترجیحات میں تو شمار کیا جا سکتا ہے لیکن اس بنیاد پر حتمی رائے نہیں قائم کی جا سکتی کیونکہ قرآن کریم علم و حکمت کا خزانہ ہے اور عمومی طور پر ہر مفسر کی ذاتی ترجیحات اس کی تفسیر پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اور کسی سورت کے مرکزی مضمون کے تعین میں فکری پس منظر اور ترجیحات کا غلبہ بسا اوقات مفسر کو تکلف کے درجے تک پہنچا دیتا ہے۔ اگرچہ یہ بات بھی قابل تسلیم ہے کہ مذکورہ مثالوں میں ڈاکٹر صاحب نے جو وضاحت فرمائی ہے وہ درست معلوم ہوتی ہے اور یہ حسرت بھی ہوتی ہے کہ کاش ڈاکٹر صاحب اسی طرح کی کاوش قرآن کریم کی تمام سورتوں اور تمام رکوعات کے لئے فرما جاتے۔ رحمہ اللہ

3۔ دو متصل آیات کے مابین مناسبت

بیان القرآن میں دو متصل آیات کے مابین مناسبت کا ذکر نہ ہونے کے برابر ہے اور ہر آیت کی تفسیر اکثر براہ راست شروع ہوتی ہے۔ البتہ بعض مقامات پر عدم صراحت کے ساتھ آیات کا باہمی ربط بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً قول باری تعالیٰ:

﴿ ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴾﴿وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴾[26]

ترجمہ: پکارتے رہا کرو اپنے رب کو عاجزی کے ساتھ اور چپکے چپکے، یقینا وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد مت مچاؤ اور اللہ کو پکارا کرو خوف اور امید کے ساتھ

ڈاکٹر صاحب کے نزدیک ان دونوں آیات کے مابین ربط اس طرح ہے کہ پہلے اللہ کو پکارنے، دعا کرنے کی دو حدیں بیان کی گئی ہیں اور پھر بندے اور اللہ کے تعلق کے ضمن میں مزید فرمایا گیا کہ اللہ کے ساتھ تمہارا معاملہ خوف اور امید کے درمیان رہنا چاہیے۔ لہٰذا فرمایا کہ اللہ سے دعا کرتے ہوئے تمہاری دلی اور روحانی کیفیت ان دونوں کے بین

بین ہونی چاہیے۔[27]

ایک قاری کے لئے یہ بات حیران کن ہے کہ ایک جانب تو ڈاکٹر صاحب نے سورتوں کی گروپنگ، عمود و مرکزی مضمون حتی کہ رکوعات کے مضامین و باہمی ربط کو بھی بیان کیا ہے جبکہ دوسری جانب بیان القرآن میں بہت کم مقامات پر ہی آیات کا ماقبل اور مابعد آیات کے ساتھ ربط بیان کیا گیا ہے اور جہاں ایسا کیا بھی ہے وہاں صراحت نہیں فرمائی گئی۔ اس کا سبب شاید ڈاکٹر صاحب کی جانب سے علم مناسبات کے ضمن میں صرف فراہی صاحب اور اصلاحی صاحب کی فکر پر انحصار کرنا ہے۔

سورتوں کی داخلی مناسبت کے حوالے سے تفسیر الشعراوی کا منہج

شعراوی اپنی تفسیر میں مناسبات کا تذکرہ ایک متوسط اور معتدل انداز میں کرتے ہیں جس میں نہ ہی مبالغہ آرائی ہے اور نہ ہی اعراض۔ آپ نے ڈاکٹر صاحب کے برعکس علم مناسبات میں عام مفسرین کا اسلوب اپناتے ہوئے مناسبات بین السور والآیات کی معروف صورتوں کو بیان کیا ہے۔

1۔ دو متصل آیات کے مابین مناسبت

بیان القرآن کے برعکس تفسیر الشعراوی میں عمومی طور پر آیات ماقبل اور آیت مابعد کے درمیان مناسبت کو بیان کرنے کا پورا اہتمام کیا گیا ہے، مثال کے طور پر قول باری تعالی:

﴿ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَاأُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴾"[28]

ترجمہ: اور اے عقلمندو تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے تاکہ تم (خونریزی سے) بچو۔ تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت کا وقت آجائے تو اگر وہ کچھ مال چھوڑ جانے والا ہو تو ماں باپ اور رشتہ داروں کے لئے دستور کے مطابق وصیت کر جائے (خدا سے) ڈرنے والوں پر یہ ایک حق ہے

کی تفسیر کے دوران شعراوی نے دونوں آیتوں کے مابین مناسبت کو بہت حکیمانہ انداز سے بیان فرمایا ہے کہ دونوں آیات میں اللہ تعالی نے دو الگ معاشرتی مسئلوں کو نمٹایا ہے۔ پہلی آیت میں جرائم سے واقع ہونے والی موت کا مسئلہ بیان کرنے کے بعد اللہ تعالی ہمیں طبعی موت کے متعلق ہدایت فرماتے ہیں ۔ گویا پہلی آیت میں معاشرے میں عقابی و جنائی توازن قائم کیا گیا اور دوسری آیت میں معاشرے میں اقتصادی توازن قائم رکھنے کے حوالے سے رہنمائی کی گئی ہے۔[29] مذکورہ آیات کی طرح شعراوی نے اکثر و بیشتر آیات یہاں تک کہ تقریباً ہر دو آیتوں کی باہمی

مناسبت کو بیان کیا گیا ہے۔

2۔ دو آیتوں میں تقابل سے مناسبت کا بیان

قرآن کریم میں بعض مقامات پر دو متضاد معاملات کو بغرض تقابل اکھٹا بیان کیا جاتا ہے، جیسے اہل ایمان اور کفار کے ساتھ پیش آنے والا دنیاوی یا اخروی معاملہ ہو یا جنت اور جہنم کا ذکر ہو وغیرہ۔ تفسیر الشعراوی میں ایسے بعض مقامات پر آیات کے درمیان مناسبت کو تقابل کی شکل میں بیان کیا گیا ہے جیسا کہ قول باری تعالی:

﴿الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾[30]

ترجمہ: منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ہم جنس (یعنی ایک طرح کے) ہیں کہ برے کام کرنے کو کہتے اور نیک کاموں سے منع کرتے اور (خرچ کرنے سے) ہاتھ بند کئے رہتے ہیں۔ انہوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے ان کو بھلا دیا۔ بے شک منافق نافرمان ہیں۔

کی تفسیر میں شعراوی نے اس جانب اشارہ کیا ہے کہ ان دونوں آیتوں میں مناسبت اس اعتبار سے ہے کہ جب پہلی آیت میں منافقین کی صفات بیان کی گئیں تو یہ مناسب تھا کہ منافقین کی صفات کا تقابل مومنین کی صفات سے کیا جائے اور مناسبت کی یہ صورت ایک ضد کا دوسری ضد سے تقابل کرنا ہے کیونکہ ایک ضد کا دوسری ضد سے تقابل دونوں کو ظاہر کر دیتا ہے۔ لہذا اگلی آیت میں اللہ تعالی نے بیان فرمایا:

﴿ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾[31]

ترجمہ: اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکواۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا بے شک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔[32]

3۔ آیت کے فواصل کے درمیان مناسبت

تفسیر الشعراوی میں آیات کے فواصل کے درمیان بھی مناسبت بیان کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ جیسے قول باری تعالی: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ﴾[33]

ترجمہ: اور بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ کی رضاجوئی کے لیے اپنی جان بھی بیچ دیتے ہیں اور اللہ کے بندوں پر بڑا مہربان

ہے۔

اس کی تفسیر میں شعراوی فرماتے ہیں:

"حق تعالی نے فرمایا: (وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ) لیکن جو پہلے گزرا اور (رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ) میں کیا تعلق ہے؟ جب تک اللہ تعالی تمام بندوں پر مہربان ہے اور اللہ نے یہ نہیں چاہا کہ اسے ہر مسلم کے حق میں امر کلی بنادے بلکہ اس نے اس مہربانی کو ایک غیر متوقع چیز رکھا تا کہ قضیہ ایمانی مضبوط ہو کیونکہ وہ یہ نہیں چاہتا کہ مسلمان اسے خود تک روک لیں بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ لوگ دعوت کا کام جاری رکھیں۔"[34]

4۔ سورت کے افتتاح اور خاتمہ میں مناسبت

سورۃ البقرۃ کی تفسیر کرتے ہوئے شعراوی جب آخری آیت کے ان الفاظ پر پہنچے:

﴿ أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾[35]

ترجمہ: تو ہی ہمارا کارساز ہے کافروں کے مقابلہ میں تو ہماری مدد کر

تو فرمایا کہ سورت کے آغاز میں اللہ تعالی نے کفار اور منافقین کی مثال بیان کی اور اس کے خاتمہ پر اہل ایمان کی زبان سے کہلوایا: ﴿ أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴾ اور یہ قول معرکہ کفر و ایمان کے دوام پر دلالت کرتا ہے۔[36]

5۔ سورت کے نام اور سورت کے درمیان مناسبت

قرآن کریم کی ہر سورت کا نام اس سورت میں مذکور ہی کسی ایک یا زائد الفاظ پر مبنی ہوتا ہے لہذا اس سورت سے اس کی نسبت فطری ہے البتہ ہر سورت کے نام کو اس کا مرکزی مضمون نہیں قرار دیا جاسکتا۔ سورتوں اور ان کے ناموں کے مابین مناسبت کے ضمن میں شعراوی سورہ اعراف اور سورہ انفال کے ناموں کے متعلق فرماتے ہیں:

"اور یہاں پر سورہ اعراف ختم ہوئی اور اس سورت کا نام بھی اپنی ذات میں متناسب ہے کیونکہ (اعراف) وہ ظاہر و بلند مقام ہے جہاں پر وہ لوگ بیٹھیں گے جن کے گناہ اور نیکیاں برابر ہونگے تا کہ وہ اہل جنت اور اہل جہنم کی طرف دیکھ سکیں اور اس اعتبار سے اعراف وہ جگہ ہوگی جو مرتفع ہوگی اور یہ (عرف فرس) سے ماخوذ ہے اور عرف الفرس (گھوڑے کی گردن کے بال) اس کی سب سے بلند جگہ ہوتی ہے اور اسی طرح انفال کا معنی زیادہ کا ہوتا ہے لہذا اسی مناسبت سے سورۃ الاعراف اور سورۃ الانفال کے نام رکھے گئے ہیں۔"[37]

مذکورہ مثالوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شعراوی نے اپنی تفسیر میں سورتوں کی داخلی مناسبت کی تقریباً تمام

معروف سورتوں کو بیان کیا ہے اور اس میں اضافہ بھی کیا ہے البتہ سورتوں کے مرکزی مضمون یا پورے رکوع کے مرکزی مضمون اور ربط کو بیان نہیں فرمایا ہے۔ جبکہ اس اعتبار سے ڈاکٹر صاحب نے بعض سورتوں کے مرکزی مضمون اور اس کی عمومی تقسیم و ترتیب اور رکوعات کی داخلی مناسبت پر زیادہ توجہ دی ہے جبکہ ہر آیت کی اگلی یا پچھلی آیت سے کیا مناسبت ہے؟ اس کا اہتمام بہت کم کیا ہے۔ لہذا دونوں تفاسیر مل کر سورتوں کی داخلی مناسبت کا بہترین تصور فراہم کرتی ہیں۔

ج۔ دو مختلف سورتوں کے مابین مناسبت کے حوالے سے بیان القرآن اور تفسیر الشعراوی کا تقابل

بیان القرآن اور تفسیر الشعراوی میں متعدد مقامات پر دو سورتوں کے مابین مناسبت کو بیان کیا گیا ہے۔ البتہ دو مختلف سورتوں کے مابین مناسبت کو ڈاکٹر صاحب نے صرف ان سورتوں کے حوالے سے بیان کیا جن میں مناسبت بہت نمایاں ہے جبکہ شعراوی صاحب نے اکثر و بیشتر سورتوں کے مابین مناسبت اور اس کی مختلف جہتوں کو بیان کیا ہے۔

بیان القرآن میں سورتوں کے مابین مناسبت:

ڈاکٹر اسرار صاحب نے سورتوں کے مابین مناسبت کو نسبت زوجیت کا نام دیا ہے۔ آپ کے نزدیک قرآن حکیم کی متعدد سورتیں جوڑے کی صورت میں نازل ہوئی ہیں اور ان کے مابین نسبت زوجیت بہت نمایاں ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض پہلوؤں سے آپس میں باہم متشابہ ہونے کے علاوہ وہ تکمیلی خصوصیت کی بھی حامل ہیں۔ یعنی دونوں مل کر کسی خاص مقصد کی تکمیل کرتی ہیں۔[38] اس حوالے سے ایک مثال ہم ذیل میں بیان کر دیتے ہیں:

سورۃ البقرۃ اور سورۃ آل عمران میں نسبت زوجیت:

1۔ دونوں سورتوں کے نام میں مناسبت

آپ کے نزدیک سورہ البقرۃ اور سورہ آل عمران کا جوڑا ہے اور ان کے نام میں یہ مناسبت ہے کہ دونوں کو رسول اللہ ﷺ نے "الزاہراوین" کا نام عطا فرمایا ہے یعنی یہ دو انتہائی تابناک اور روشن سورتیں ہیں۔[39]

2۔ دونوں سورتوں کے آغاز و اختتام میں مناسبت

ڈاکٹر صاحب کے مطابق سورہ البقرۃ اور سورہ آل عمران کے آغاز و اختتام میں مناسبت کے بہت سے نمایاں پہلو ہیں، مثلاً دونوں سورتیں حروف مقطعات یعنی "الم" سے شروع ہوتی ہیں اور دونوں کے آغاز میں قرآن مجید کی عظمت کا بیان ہے۔ پھر ان دونوں سورتوں کے اختتام پر بڑی عظیم آیات آئی ہیں۔ سورہ البقرۃ کی آخری آیت ﴿ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ۔۔۔ ﴾ کو قرآن حکیم کی عظیم ترین دعاؤں میں سے شمار کیا جا سکتا ہے۔ سورہ آل

عمران کے آخری رکوع میں بھی ایک نہایت جامع دعا ﴿ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا ۔۔۔ ﴾ آئی ہے جو تین چار آیتوں میں پھیلی ہوئی ہے۔[40]

3۔ دونوں سورتوں کے مضامین میں مناسبت

سورہ بقرہ اور سورہ آل عمر آن کے مضامین میں مناسبت بہت نمایاں ہے جس کا بیان اکثر و بیشتر مفسرین نے کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب اس جانب توجہ مبذول کرواتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"سورۃ البقرۃ "سُورۃُ الاُمَّتَین" ہے، یعنی اس میں دو امتوں سے خطاب ہے تو یہی معاملہ سورۃ آل عمران کا بھی ہے۔ فرق یہ ہے کہ سورۃ البقرۃ میں زیادہ گفتگو یہود کے بارے میں ہے جبکہ سورہ آل عمران میں زیادہ زور نصاریٰ سے خطاب پر ہے۔ اس طرح اہل کتاب سے گفتگو سے متعلق جس مضمون کا آغاز سورۃ البقرۃ میں ہوا تھا سورہ آل عمران میں آکر اس کی تکمیل ہو گئی ہے۔"[41]

4۔ تقسیم و ترتیب میں مشابہت

ڈاکٹر صاحب کے مطابق سورہ بقرۃ کے تقریباً مساوی دو حصے ہیں۔ پہلا نصف اٹھارہ رکوع یعنی 152 آیات پر مشتمل ہے جس میں یہود سے خطاب ہے جبکہ نصف ثانی 22 رکوع لیکن 134 آیات پر مشتمل ہے جس میں امت مسلمہ سے خطاب ہے۔ یہی صورتحال سورہ آل عمران کی بھی ہے۔ سورہ آل عمران کے بھی دو مساوی حصے ہیں—اس کے کل 20 رکوع ہیں۔ نصف اول میں 10 رکوع یعنی 101 آیات ہیں جن میں خطاب نصاری سے ہے اور نصف ثانی میں 10 رکوع یعنی 99 آیات ہیں جن کی مخاطب امت مسلمہ ہے۔[42]

سورتوں کے گروپس کی طرح ڈاکٹر صاحب کی یہ رائے بھی مضامین سورت کا خاکہ ذہن نشین کرنے میں ضرور معاون ہے لیکن حتمی نہیں ہو سکتی کیونکہ اس میں بہت سے استثناءات کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ایسا نہیں ہے کے سورہ بقرہ یا سورہ آل عمران کے نصف اول میں مکمل خطاب یہود یا نصاریٰ سے ہی ہے اور نصف ثانی میں مکمل خطاب امت مسلمہ سے ہے۔

5۔ الفاظ و جملوں کی مشابہت

ڈاکٹر صاحب نے سورہ البقرہ اور سورہ آل عمران میں نسبت زوجیت کے حوالے سے اس طرف بھی رہنمائی فرمائی ہے کہ دونوں سورتوں میں الفاظ اور جملوں میں بھی مشابہت پائی جاتی ہے یہاں تک کہ بعض مقامات پر تو الفاظ بھی وہی آرہے ہیں، وہی انداز ہے۔ مثال کے طور پر سورہ بقرۃ کی آیت 136 میں فرمایا گیا ہے: (اے مسلمانوں!) تم کہو

ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور جو کچھ ہم پر نازل کیا گیا اور جو کچھ ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب پر اور اولاد یعقوب پر نازل کیا گیا۔۔۔ بالکل یہی مضمون سورہ آل عمران کی آیت 84 میں آیا ہے۔ حضرت ابراہیم کا ذکر بھی دونوں سورتوں میں ملتا ہے۔[43]

دونوں سورتوں کے مابین مناسبت کے دیگر پہلوؤں کو بھی ڈاکٹر صاحب نے بیان فرمایا ہے۔ غرضیکہ ماننا پڑے گا کہ ڈاکٹر صاحب نے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران کی باہمی مناسبت کو بہت خوبصورتی اور تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ البتہ ایسی تفصیل آپ نے دیگر سورتوں کی مناسبت کے حوالے سے بیان نہیں فرمائی۔

تفسیر الشعراوی میں مختلف سورتوں کے مابین مناسبت:

امام شعراوی نے اکثر و بیشتر سورتوں کے مابین مناسبت بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ اور اس میں مناسبت کی مختلف جہتوں کو بھی بیان کیا ہے، خاص طور پر آپ اکثر سورتوں کے اختتام پر اگلی سورت سے مناسبت بیان کرتے ہیں اور اس سورت کی آخری آیت اور اگلی سورت کی پہلی آیت میں مناسبت کو بھی عیاں کرتے ہیں۔

1۔ سورتوں کے فواتح اور اختتام میں مناسبت

قرآن کریم میں بعض سورتوں کے اختتام اور اگلی سورت کے آغاز کے درمیان مناسبت بہت واضح ہوتی ہے، شعراوی نے ایسی سورتوں کے فواتح اور اختتام میں موجود مناسبت کو عام طور پر بیان کیا ہے۔ مثلاً شعراوی نے سورۃ النساء اور سورۃ المائدۃ کی ابتدائی آیت میں موجود ایفائے عہد کے حکم ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾[44] کے حوالے سے یہ وضاحت کی ہے کہ سورۃ النساء میں متعدد عقود کا بیان ہے جس میں نکاح وصداق و وصیت و قرض و میراث وغیرہ شامل ہیں یہاں تک کہ آخری آیت میں کلالہ کے احکام ہیں۔ لہذا حق سبحانہ وتعالی سورۃ النساء کے بعد ہم سے فرماتے ہیں کہ تحقیق تم جان چکے ان عقود کو جو سورہ النساء میں بیان ہوئے ہیں سو اب ان کی حفاظت کرو اور انہیں پورا کرو۔[45]

اس کے علاوہ شعراوی نے ان سورتوں کے مابین بھی مناسبت تلاش کرنے کی کوشش کی ہے جن میں مناسبت مخفی ہوتی ہے۔ جیسے سورہ اعراف کے اختتام اور سورہ انفال کے آغاز میں مناسبت ہے۔ سورہ اعراف کے اختتام میں ارشاد ہوا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ﴾[46]

ترجمہ: بے شک جو تیرے رب کے ہاں ہیں وہ اس کی بندگی سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاک ذات کو یاد کرتے

ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔

اور سورۃ الانفال کے آغاز میں قول باری تعالی ہے:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾[47]

ترجمہ: تجھ سے غنیمت کا حکم پوچھتے ہیں کہہ دے غنیمت کا مال اللہ اور رسول کا ہے سو اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اگر ایمان دار ہو۔

ظاہری طور پر سورہ اعراف کے اختتام اور سورہ انفال کے آغاز میں مناسبت نہیں معلوم ہوتی البتہ شعراوی نے یہاں معنوی مناسبت کا ذکر کیا ہے کہ شیطان کی اہم ترین مہمات میں سے یہ ہے کہ وہ وساوس کے ذریعے مومنین میں تفریق ڈالے، لہذا جب مومنین اللہ اور اس چیز کو یاد کرتے ہیں جو اللہ نے اہل ایمان کے لئے تیار کر رکھی ہے تو وہ اصلی حقیقت کو دیکھنے لگتے ہیں جو ہر چیز سے اعلی ہے اور وہ اللہ پر ایمان ہے جو ہر اس چیز سے تصفیہ قلوب کا مطالبہ کرتا ہے جو دلوں کو پراگندہ کرتی ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے لئے خالص اور صاف ہو جائیں۔[48]

2۔ دو متصل سورتوں کے مضمون میں مناسبت

شعراوی نے ایسی سورتوں کے مابین مناسبت کو تو بیان کیا ہی ہے جن کے مضامین کے درمیان مناسبت بڑی واضح ہوتی ہے جیسے سورۃ البقرۃ اور سورۃ آل عمر آن کے مضمون میں شعراوی کے نزدیک ایک مناسبت یہ پائی جاتی ہے کہ سورۃ البقرۃ کے آغاز میں آدم علیہ السلام کی تخلیق و خلافت ارضی کا تذکرہ ہے اور سورۃ آل عمر آن میں تخلیق کی ایک نئی قسم کا تذکرہ ہے، جو اگرچہ پہلی قسم سے ہی ہے، یعنی عیسی علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر ہے۔ جیسا کہ آدم کی تخلیق بغیر ماں باپ کے ہوئی اب منطقی بات یہ تھی کہ ایک اور خلق کے متعلق بیان کیا جائے جو بغیر باپ کے وجود میں آئی۔[49]

اس کے علاوہ سورتوں کے فواتح اور اختتام کی طرح، بیان القرآن سے ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے شعراوی نے بعض ایسی سورتوں کے مضامین میں بھی مناسبت تلاش کرنے کی کوشش کی ہے جہاں مناسبت مخفی ہوتی ہے، مثلاً سورہ فیل اور سورہ قریش کی مناسبت کے متعلق شعراوی فرماتے ہیں:

"قرآن کریم میں سورہ قریش سورۃ الفیل کے بعد درج ہے اور اس کا آغاز ﴿لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ﴾ سے ہو رہا ہے یہ لام اور ایلف کس کے لئے ہے؟ یہ لازم ہے کہ جار و مجرور سے شروع ہونے والے کلام (لِإِيلَافِ) کے ساتھ کوئی

متعلق فعل ہو اور جب ہم سورۃ الفیل کی جانب دیکھتے ہیں ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالی نے اصحاب فیل کے ساتھ جو کرنا تھا وہ کیا اور انہیں ﴿كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ﴾ یعنی کھایا ہوا بھس بنا دیا، لیکن کیوں؟ اس لئے: "﴿لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ، إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ، فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ﴾[50] (اس لیے کہ قریش کو مانوس کر دیا، ان کو جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے باعث، ان کو اس گھر کے مالک کی عبادت کرنی چاہیئے) کیونکہ اگر حق تعالی ابرہہ کو اپنا گھر منہدم کرنے کی اجازت دے دیتا تو جزیرہ عرب میں قریش کی ہیبت ختم ہو جاتی کیونکہ بیت اللہ نے ان کی ہیبت بنا رکھی تھی۔"[51]

یہاں شعراوی کی لغوی مہارت بھی عیاں ہے جس کی بنیاد پر آپ نے دونوں سورتوں میں ایک حسین ربط پیدا کیا ہے۔ گویا آپ کے نزدیک سورہ فیل سورہ قریش کے لئے تمہید کی حیثیت رکھتی ہے۔

ہم نے مختلف مثالوں کے ساتھ دونوں مفسرین کے منہج کو بیان کرنے اور ساتھ ساتھ ان کا تقابل کرنے کی کوشش کی ہے۔ آخر میں مزید وضاحت کے لئے ہم اس بحث کے کچھ نتائج ذکر کر دیتے ہیں تا کہ ہمارا مدعا مزید واضح ہو سکے۔

نتائج:

1۔ علم مناسبات ایک اہم علم ہے جس کی مختلف صورتوں کے ذریعے آیات اور سورتوں کے باہمی ربط کو مبرہن کیا جاتا ہے۔ امت کے بڑے بڑے علماء نے اس کا اہتمام کیا ہے البتہ اس کی شرائط کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔

2۔ ڈاکٹر اسرار احمد اور امام شعراوی نے اپنی تفاسیر میں علم مناسبات کا خوب اہتمام کیا ہے۔

3۔ قرآن کریم کی عمومی مناسبت کا اہتمام ڈاکٹر اسرار احمد کی تفسیر میں زیادہ نمایاں ہے خاص طور پر قرآن حکیم کی سورتوں کی گروپنگ اور مرکزی مضمون بیان القرآن کی امتیازی خصوصیت ہے اور تفسیر الشعراوی میں یہ رنگ دیکھنے کو نہیں ملتا۔ اگرچہ اس گروپنگ اور مرکزی مضمون کے تعین میں کچھ تشویش بھی ہے البتہ ڈاکٹر صاحب کی اس کاوش سے تفسیر کا ایک نیا باب ضرور کھلا ہے جس میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔

4۔ سورتوں کی داخلی مناسبت کے اعتبار سے ڈاکٹر صاحب نے بعض سورتوں کے مرکزی مضمون اور اس کی عمومی تقسیم و ترتیب اور رکوعات کی داخلی مناسبت پر زیادہ توجہ دی ہے جبکہ ہر آیت کی اگلی یا پچھلی آیت سے مناسبت بیان کرنے کا اہتمام بہت کم کیا ہے۔ اس کے برعکس شعراوی صاحب سورت کے مرکزی مضمون اور رکوعات کی مناسبت کی بجائے آیت کے جملوں کے مابین اور سابقہ و لاحقہ آیات کے درمیان پائی جانے والی مناسبت پر خصوصی توجہ دیتے ہیں۔

5۔ سورتوں کی داخلی مناسبت کے اعتبار سے جہاں تک سورت کے نام اور اس کے مضمون میں مناسبت کا تعلق ہے یا سورت کے افتتاح اور اختتام میں ربط کی بات ہے تو اس مناسبت بیان کرنے کا اہتمام دونوں مفسرین کے ہاں ملتا ہے۔

6۔ دو مختلف سورتوں میں مناسبت کو ڈاکٹر صاحب نے صرف ان سورتوں کے حوالے سے بیان کیا جن میں مناسبت (ڈاکٹر صاحب کے بقول نسبت زوجیت) نمایاں ہے البتہ شعراوی صاحب نے اکثر و بیشتر سورتوں کے مابین مناسبت بیان کی ہے اور اس میں مناسبت کی مختلف جہتوں کو بھی بیان کیا ہے۔

7۔ جیسا کہ دونوں تفاسیر اصلاً شفوی تفاسیر ہیں لہذا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شعراوی اپنے سامعین کے سامنے قرآن کریم کی آیات کو آپس میں جوڑتے ہوئے ایک مکمل مربوط کلام کی صورت میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ اس ربط کو ٹوٹنے نہیں دیتے، چاہے وہ ایک ہی آیت کے فواصل کے درمیان ربط ہو، یا ایک سورت کی آیات کا باہمی ربط ہو، یا پھر ایک سورت کا دوسری سورت کے ساتھ ربط ہو۔ جبکہ ڈاکٹر صاحب کسی رکوع یا سورت سے قبل ایک مرکزی مضمون سامع کے ذہن نشین کر دیتے ہیں اور اسی کی مناسبت سے آگے تفسیر بیان کرتے جاتے ہیں۔ اسی طرح آپ سورتوں کی باہمی مناسبت کو بھی داخلی مضامین کے تناظر میں بیان کرتے ہیں۔

8۔ دونوں مفسرین نے قرآنی آیات اور سورتوں کے مابین اپنے علم اور فکری پس منظر کے اعتبار سے مناسبت بیان کی ہے جو بعض مقامات پر کسی حد تک یکساں ہوتی ہے البتہ زیادہ تر مقامات پر مختلف ہوتی ہے اور دونوں مفسرین نے علم مناسبات کی متعدد مختلف وجوہ بیان کی ہیں۔ بعض مقامات پر پہلے کو دوسرے پر برتری حاصل ہوتی ہے اور بعض میں دوسرے کو پہلے پر برتری حاصل ہوتی ہے۔ بلاشبہ ایک متلاشی علم کے لئے ان تفاسیر میں اس اعتبار سے وافر ذخیرہ موجود ہے۔

9۔ علم مناسبات کی اہمیت و ضرورت کے پیش نظر ان دونوں مفسرین کی کاوشوں سے استفادہ کرتے ہوئے یا انہیں بنیاد بنا کر اس حوالے سے مزید تحقیق کرنے کی اشد ضرورت ہے تاکہ قرآن فہمی میں سہولت کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم کا اعجاز بھی ظاہر ہو سکے۔

حوالہ جات:

[1])احمد بن فارس بن زکریا القزوینی الرازی، معجم مقاییس اللغہ، بیروت، دار الفکر، 1979م، ج5، ص423

[2])ابن منظور محمد بن مکرم بن علی بن احمد بن منظور الانصاری، لسان العرب، بیروت، دار صادر، 1993م، ج1، ص756

[3])برہان الدین البقاعی، نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1993م، ج1، ص5

[4])مناع القطان، مباحث فی علوم القرآن، القاہرہ، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع، 2000م، ص96

[5])ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بہادر الزرکشی، البرہان فی علوم القرآن، القاہرہ، دار اِحیاء الکتب العربیہ عیسی البابی الحلبی و شرکائہ، 1957م، ج1، ص35

[6])عبد الرحمن بن اَبی بکر جلال الدین السیوطی ، معترک الاَقران فی اعجاز القرآن، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1988م، ص43

[7]) اسرار احمد (1932ء-2010ء) ایک معروف پاکستانی اسلامی خطیب، محقق، مفسر اور مفکر تھے، وہ تنظیم اسلامی کے بانی تھے، جو پاکستان میں نظام خلافت کے قیام کی خواہاں ہے۔ آپ نے اپنی پوری زندگی دعوت رجوع الی القرآن کے لئے وقف کر دی تھی۔

[8])محمد متولی الشعراوی (1911ء-1998ء) معروف مصری عالم دین، مفسر، مبلغ، لغوی، اور مصر کے سابقہ وزیر اوقاف تھے۔

[9])محمد متولی الشعراوی، تفسیر الشعراوی، القاہرہ، دار اخبار الیوم، مصر، 1991ء، ج3، ص1612

[10]) اسرار احمد، بیان القرآن، پشاور، مکتبہ انجمن خدام القرآن، 2008م ، ج1، ص46

[11])مسلم بن الحجاج ابو الحسین القشیری النیسابوری، صحیح مسلم، بیروت، دار اِحیاء التراث العربی، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل سورۃ الکھف وآیۃ الکرسی، حدیث#257

[12])حافظ انس نضر، حمید الدین فراہی اور جمہور کے اَصول تفسیر: تحقیقی اور تقابلی مطالعہ، مقالہ برائے پی ایچ ڈی، علوم اسلامیہ، شیخ زاید اسلامک سینٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، سیشن: 2003ء، ص:195-196

[13])بیان القرآن، ج1، ص44

[14])ایضاً، ج1، ص119

[15])ایضاً، ج1، ص102

[16])ایضاً، ج1، ص120

[17])دیکھئے، ایضاً، ج3، ص9 اور ج3، ص207

[18])ایضاً، ج4، ص10

[19])ایضاً، ج5، ص241

[20])اسی لئے سورہ زمر میں ﴿فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ﴾ کے الفاظ کی تکرار ہے جبکہ سورہ مومن میں ﴿فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ کے الفاظ بار بار دہرائے گئے ہیں۔

[21])دیکھئے، بیان القرآن، ج6، ص238 اور ج6، ص386 اور ج6، ص419

[22])ایضاً، ج7، ص118

[23])ایضاً، ج7، ص10

[24])ایضاً، ج1، ص242

[25])ایضاً، ج5، ص152-154

[26])القرآن۔ سورۃ الاعراف آیت 55-56

[27])بیان القرآن، ج3، ص129

[28])القرآن۔ سورۃ البقرۃ آیت 179-180

[29]) تفسیر الشعراوی، ج2، ص754

[30])القرآن۔ سورۃ التوبہ آیت 67

[31])ایضًا، آیت 71

[32]) تفسیر الشعراوی، ج9، ص5286

[33])القرآن۔ سورۃ البقرۃ آیت 207

[34]) تفسیر الشعراوی، ج2، ص877

[35])القرآن۔ سورۃ البقرۃ آیت 286

[36]) تفسیر الشعراوی، ج2، ص1249

[37]) ایضاً، ج7، ص4051

[38]) بیان القرآن، ج2، ص7 اور ایضاً، ج1، ص46

[39]) ایضاً، ج1، ص120

[40]) ایضاً، ج2، ص7

[41]) ایضاً

[42]) ایضاً

[43]) ایضاً، ج2، ص8

[44])القرآن۔ سورۃ المائدۃ آیت 1

[45]) تفسیر الشعراوی، ج5، ص2887

[46]) القرآن۔ سورۃ الأعراف آیت 206

[47])القرآن۔ سورۃ الانفال آیت 1

[48]) تفسیر الشعراوی، 8/4556

[49]) ایضاً، ج2، ص1255

[50])القرآن۔ سورۃ القریش آیت 1-3

[51]) تفسیر الشعراوی، ج5، ص3735